لگا" میں بھی ہندوستانی ہوں ـــــ میرے دل میں بھی ملک و قوم کا درد ہے مگر کیا کروں۔ البتہ ذاتی طور پر میں بغیر سنسر کیا ہوا اخبار لے آیا ہوں۔ اسے جلدی جلدی دیکھ کر مجھے واپس کر دیجئے۔" اس نے پتلون کی جیب سے پورا اخبار نکالا ـــــ میں نے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا ـــــ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ میں نے کہا "مجھے اِس وقت غالب کا ایک شعر یاد آگیا۔ یہ اخبار اپنے پاس رکھئے۔" سب نے کہا "کون سا شعر" ـــــ میں نے کہا:۔

قفس میں مجھ سے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

حقیقت یہ ہے کہ اس شعر کو میں نے بھی ان معنوں میں پہلی بار سمجھا تھا کہ اسّی نوّے سال پہلے کا شعر آج ایک نئی معنویت کے ساتھ میرے ذہن میں آیا تھا۔ میں نے ہی کیا سب نے یہی مطلب سمجھا تھا کہ "بھائی میرے، تم یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ میرے آشیانے پر بجلی گری۔ میرا آشیانہ جل کر راکھ ہوگیا، یہ تمہاری خام خیالی ہے میرا آشیانہ کبھی نہیں جل سکتا وہ کچھ اور ہوگا۔" ہم سب کے دماغ میں یہی خیال آیا۔ سب غالب اور اس شعر سے متاثر ہوئے۔ پھر جلدی جلدی اخبار دیکھا تو معلوم ہوا کہ کلکتہ میں زبردست فائرنگ ہوئی تھی۔ سڑکوں پر لاشوں کے ڈھیر تھے۔ کئی لاکھ کے جلوس پر پولیس نے گولیاں چلائی تھیں۔ اُس روز ہم تمام دن اُداس رہے۔ غالب کا شعر سب کو یاد آگیا اور ہر ایک بار بار پڑھتا تھا۔ ہر ایک غالب سے متاثر ہوا۔ پھر اس نے ہمیں 'دیوانِ غالب' کا ایک بوسیدہ سا نسخہ بعد از تلاشِ بسیار لاکر دیا۔ اب میرا کام یہ طے پایا کہ میں غالب کے اشعار سناؤں اور ان کے معنی و مفہوم کو سمجھاؤں۔ میں نے اس زمانے میں جتنی محنت سے غالب کا مطالعہ کیا، اس سے پہلے کبھی نہ کیا اور شاید اس کے بعد بھی اتنی باریکی اور یکسوئی سے نہیں پڑھا ـــــ لیکن یہ فضا چند روزہ تھی کیونکہ اب جلد سب لوگ دھیرے دھیرے کر کے یہاں سے چلے گئے۔ کوئی چھوٹ گیا، کسی کی سزا کی مدت پوری ہوگئی۔ دو ایک آدمی جو رہ گئے تھے ان کا دوسری جیل میں ٹرانسفر ہوگیا۔ بس میں اس کنج قفس میں تھا جسے آپ صیاد کا گھر کہہ سکتے ہیں ـــــ اس بڑے وارڈ میں میرے لئے تنہا رہنا ناممکن ہوگیا۔ میں نے جیلر سے کہا کہ مجھے کھلے میں کوئی کمرہ دے دیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے یہاں "گناہ خانے" یا سیل ہیں ـــــ یہ کمرے کی شکل میں ہے